هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۴ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ
۲۰ جون ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہترین حضرات وہ ہیں جنہوں نے قرآن کو سیکھا اور اس کو (دوسروں کو) سکھایا۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ: لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ: رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ: لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ"۔ متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس مومن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے مثل ترنج کے ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور مزا بھی خوب ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو کہ قرآن کریم نہیں پڑھتا چھوہارے جیسی ہے کہ اس میں خوشبو تو نہیں ہے مگر مزا شیریں ہے۔ اور وہ منافق جو کہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کی مثل ریحان جیسی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر مزا کڑوا ہوتا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو کہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا ہے اندرائن (تمہ) کے پھل کی مانند ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی خوشبو بھی نہیں ہے اور اس کا مزا بھی کڑوا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ"۔ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے بہت سی قوموں کو بلند کرتا ہے اور اسی پر (عمل نہ کرنے کی) وجہ سے بہت سی قوموں کو پست کرتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ دو ہی چیزیں قابل رشک ہیں۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کی دولت عطا فرمائی۔ اور وہ دن رات کے گوشوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے مال کی دولت سے نوازا۔ اور وہ دن رات کے لمحات میں اس کو راہِ خدا میں صرف کرتا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ، فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُو، وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: "تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ"۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (نوافل) میں سورہ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے پاس اس کا گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا تو اس گھوڑے پر ایک ابر چھا گیا اور گھوڑے سے قریب ہوا اور گھوڑے نے اس کو دیکھ کر اچھلنا اور کودنا شروع کیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے یہ چیز بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سکینت تھی جو قرآن (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن حکیم) میں سے ایک حرف تلاوت کرے تو اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ "الٓمٓ" ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا (قیامت کے روز) قرآن پڑھنے والے شخص سے کہا جائے گا۔ کہ قرآن کریم پڑھ اور جنت کے منازل میں چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ اس لئے کہ جنت میں تیرا مقام آخری آیت کے ختم پر ہوگا جس کو تو پڑھ رہا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

۱۵ | ۴ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۶۹ء | شمارہ ۷

بائیس "۲۲" سو کا جوتا

۱۳ جون کے اخبار نوائے وقت میں قارئین کی نظر سے ایک خبر گذری ہو گی کہ ایک مجسٹریٹ نے اپنے سر میں گولی مار کر خودکشی کر لی — اخبار کی خبر کے مطابق وہ اپنے خلاف تحقیقات کے نتیجہ پر شدید پریشان تھے —— موصوف گذشتہ ماہ چیئرمین بلدیہ ملتان کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کہ انٹی کرپشن پولیس نے شکایات کی بنا پر بلدیہ کے دفاتر پر چھاپہ مارا۔ بلدیہ کے شعبہ انجینئرنگ، ٹیکسیشن اور محصول چونگی کے متعلق متعدد بدعنوانیوں کے الزام میں تحقیقات شروع کر دی اور ان کو چیئرمین کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ آج کل وہ ایگزیکٹو مجسٹریٹ کے طور پر ملتان میں فرائض سرانجام دے رہے تھے" —— ہم اس طویل اقتباس کے لئے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اپنے آپ کو گولی مار کر مرنے والے آفیسر کے خلاف تحقیقات کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اور اس افسر کا دامن غبن وغیرہ میں بے داغ تھا یا داغدار — ہمیں خاص اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن جس امر کی نشاندہی یہ مسئلہ کر رہا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلے نے پورے ملک کی معاشی اور معاشرتی زندگی کو تباہ و ویران کرکے رکھ دیا ہے۔

ہمارے حکام عالی مقام (الا ماشاء اللہ) جس تعیش اور لہو و لعب کی زندگی گذار رہے ہیں اس کے وسائل و اسباب کے حصول کے لئے جس طرح وہ زراندوزی کرتے، رشوت لیتے، ہدایا قبول کرنے اور اپنے تحت ہونے والے کاموں میں غلط سامان لگوا کر ٹھیکیداروں سے روپیہ وصول کرتے ہیں اور ان کی لاڈلی اولاد اپنے والدین کے سرکاری اثر و رسوخ اور مرتبہ و منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جو رنگ رلیاں منا رہی اور گل کھلا رہی ہے ان کی خبریں اخبارات کے کالموں میں کبھی نہ کبھی آ ہی جاتی ہیں —— حقیقت یہ ہے کہ ہمارے غریب ملک کے امراء اور عیاش افسروں نے نئی نسل کو ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ جہاں سے بربادی کے گڑھے کا فاصلہ چند قدم ہی رہ جاتا ہے — مغربی تہذیب و تمدن کی اندھا دھند نقالی نے مزید ستم ڈھایا ہے۔ یہی وہ طوفان تھا کہ جس کے آثار علامہ اقبالؒ نے اپنی زندگی میں محسوس کئے اور بے اختیار پکار اٹھے ؎

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں!

اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کہا ؎

تہذیبِ نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرامزادی کا حلیہ بگاڑ دے

یہ دونو شعر کسی مولوی یا واعظ کے نہیں ہیں۔ پہلا شعر ایک بیرسٹر اور دوسرا علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ کا ہے مولوی میں اتنی ہمت کہاں کہ وہ اس زمانے کا تھپڑ مار سکے اور اتنی سخت بات کہہ سکے۔

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے مزارات پر جا کر کس طرح ان کو یہ بات سنائی جا سکے کہ آج تمہارے نام لیواؤں کی یہ حالت ہے — کہ ان کے ادنےٰ حاکموں کی بیویاں بائیس بائیس سو روپے کے جوتے پہنتی ہیں۔ قارئین کو یہ بائیس سو کے جوتے کی حکایت شاید عجیب معلوم ہو۔ مگر نہیں ہمارے ملک میں ایسے شہزادے موجود ہیں جو اس طرح کے اللوں تللوں کے عادی ہیں —— چنانچہ شاہراہ قائد اعظم کی ایک دکان سے پتہ چلا ہے کہ اس قسم کے جوتے ملتان کے ایک خاندان کے ہاں جاتے رہے ہیں اور ان کا ایک فرد مجسٹریٹ بھی تھا۔

ظاہر ہے یہ تعیشات انجامِ بد ہی کی طرف لے جا سکتے ہیں اور انہی کی کوکھ سے بدعنوانیاں، زراندوزی کی دوڑ، ایک ہی جست میں امیر بننے کی ہوس اور خدا کے خوف سے آزاد ہو کر زندگی بسر کرنے کی لعنتیں جنم لیتی ہیں —— پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک جہنم کدہ نہ بنے اور یہاں کے عوام زندگی کی حقیقی مسرتوں سے بہرہ ور ہو سکیں تو کارپردازانِ مملکت کے لئے لازم ہے کہ وہ عوام کے دلوں میں خوفِ خدا کی تخم ریزی کریں اور اپنی تمام مساعی اسلامی مملکت کے قیام میں صرف کر دیں کیونکہ اس کے بغیر برائیوں کا خاتمہ ناممکن ہے — اور معاشرہ کے اصلاح کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی —

اللہ تعالےٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور اسلامی زندگی کی نعمتوں سے متمتع ہونے کی توفیق دے۔

وما علینا الا البلاغ

★

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(اقبالؒ)

مجلسِ ذکر
۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۲ رجون ۱۹۶۹ء

نیکی میں مسابقت

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم
مرتبہ : ارشد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :-

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ -
(المائدہ)
ترجمہ : پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

احکم الحاکمین، مالک دو جہاں کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس دنیا میں عہدِ الست کو یاد رکھنے کی توفیق عنایت فرمائی - اور پھر اس پر مزید اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں امتِ وسط میں پیدا فرما کر ایسے علماءِ حق کا ساتھ دینے کی توفیق دی - جن کا ظاہر و باطن ایک ہے جو ذاکر و شاغل اور عالم کامل و عامل کامل ہیں - ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے، اس کا یہ بے انتہا کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہاں مل بیٹھ کر اپنی یاد کرنے کی سعادت بخشی ورنہ اگر ہم میں کوئی امریکہ میں ہوتا، افریقہ اور کینیڈا میں ہوتا تو کیا یہ باہمی اتفاق ہو سکتا تھا یا مغربی پاکستان ہی کے مختلف گوشوں میں ہم رہائش پذیر ہوتے - تو بھی مشکل تھا - اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہاں گرد و نواح میں رہنے اور اس کے بعد پھر اس مجلس میں جمع ہونے کی سعادت بخشی۔

آج کی مجلس کا عنوان وہ آیت ہے جو مَیں نے تلاوت کی ہے کہ،

سابقوا فی الخیرات - نیکیوں میں مسابقت کرو ـــــ دنیا الدنیا مزرعة الاخرة کے مطابق آخرت کی کھیتی ہے یعنی جو یہاں بویا جائے گا اس کو آخرت میں کاٹیں گے - زمیندار کاشت کے لئے زمین کو تیار کرتا ہے اور پھر جو بہتر سے بہتر بیج اس کو میسّر آتا ہے اس کو بوتا ہے نتیجۃً فصل کاٹتے وقت اپنی کمائی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور اس سے اپنی زندگی امن و خوشی سے گذارتا ہے - ہر آئندہ سال وہ پہلے سال سے زیادہ محنت کرتا اور گذشتہ تجربات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور پہلے سال سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

مسابقت ترقی کا نقطہ ہے - اس کا معنیٰ ایک دوسرے سے آگے نکل نکلنا ہے - آپ نے کھلاڑیوں کو دیکھا ہوگا کہ کس طرح ایک دوسرے کو گرانے اور خود آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں - فٹ بال ہو یا والی بال، کرکٹ ہو یا کبڈی، کرکٹ ہو یا کشتی - ہر کھیل کا یہی حال ہے - اور جس طرح یہ کھلاڑیوں میں مسابقت کا جذبہ پایا جاتا ہے اسی طرح قوموں اور ملکوں میں ایک دوسرے سے زیادہ ترقی کرنے اور آگے نکل جانے کا جنون کی حد تک جذبہ پایا جاتا ہے ہم اس کا مطالعہ اور مشاہدہ روز کرتے ہیں۔

اسلام نے جو ہمیں تعلیم دی ہے اس کا سبق یہ ہے کہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور اس کے لئے ایسا نظام وضع کرو کہ کامیابی حاصل ہو - حضرتؒ نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت کرتے گذاری - عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر جلدی آرام فرماتے تاکہ صبح تہجد کے لئے جلدی اُٹھ کر اللہ تعالےٰ کو یاد کیا جائے - کوئی آدمی دین میں جتنا بڑا ہے عمل اور کردار کے لحاظ سے اسے اتنا ہی زیادہ محنت اور ریاضت کرنا پڑتی ہے۔ معرفت خداوندی جتنی زیادہ حاصل ہو گی - اتنا ہی اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں زیادہ کوشاں ہونا ہوگا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے سب سے بڑے رسول اور کائنات کی سب سے برگزیدہ شخصیت ہیں ان کو اللہ کی جانب سے حکم ہوتا ہے :-

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ (مزمل)

ترجمہ : اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصّہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصّہ کم کر دے - یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

اسی طرح جو جتنا جتنا اللہ سے قریب ہوگا، اتنا ہی عمل و کردار کے میدان میں اسے زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے - اور رات کو پچھلے پہر اٹھنا تو ایک ایسی دولت ہے جو کسی اور طرح حاصل نہیں ہوتی - اسے وہی جانتے اور پہچانتے ہیں جو اس کو پاتے ہیں - "جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے"۔

اور پھر خاص طور پر ایام جوانی میں جو لوگ اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی بلند اقبالی اور خوش نصیبی کا کیا کہنا کہ ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

تہجد، چاشت، اشراق اور اوّابین کی نمازیں اور نوافل اور اسی طرح دوسری سنّتیں فرضوں کی کمی اور کوتاہی کو پورا کرتی ہیں یعنی ان کو ادا کرتے وقت اگر کچھ بے رغبتی، سستی یا تکاسل پایا گیا تو اس کی کمی ان سنن اور نوافل سے پوری ہو جائے گی - کپڑا اگر کسی جگہ سے پھٹ جائے تو اس پھٹی کی جگہ دوسرا کپڑا لگا کر اس کو درست کیا جاتا ہے - خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام یہ کام کیا کرتے تھے - یہ کوئی معیوب کام نہیں ہے اور رفوگر تو ایسا رفو کرتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں لگتا کہ آیا یہاں سے کپڑا پھٹ گیا تھا بلکہ دوسری جگہ سے وہ جگہ بہتر ہی نظر آتی ہے۔ اصل سے نقل اچھی لگتی ہے - اور آج کل تو برُے مال کو اچھے مال

(باقی ص۱۶ پر)

۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۶۹ء

اللہ جل جلالہ کی رضا معلوم کرنے کا طریق

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : ناعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃ "

ترجمہ : البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

محترم حضرات ! اللہ تعالیٰ جلشانہٗ خالقِ کائنات ہیں ، مالک الملک ہیں۔ رب العٰلمین ہیں۔ سب ان کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں۔ سب ان کے دروازے کے کاسہ لیس ہیں وہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہیں۔

ان کو " صمد " کہا گیا ہے کہ وہ بے نیاز ہیں۔ مگر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے " اَللّٰہُ الصَّمَد " کا ترجمہ " اللہ نرا دھار ہے " ــــ فرمایا۔ ہمارے تمام بزرگ اس حقیقت پر اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ سب سے بہتر ترجمہ قرآن پاک کا وہ ہے جو شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ــــ اکثر بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اس اردو ترجمہ کی عربی بنائی جائے تو فقط قرآن بن سکتا ہے۔

ترجمہ کا طریق

بزرگوں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن عزیز کا ترجمہ کئی برسوں میں کیا تھا اور مسجد میں جس ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھا کرتے تھے وہ بھی گھس گیا تھا ــــ مزید برآں انہوں نے یہ تمام ترجمہ ہر آیت سے پہلے دو نفل پڑھ کر اور حالتِ اعتکاف میں بیٹھ کر کیا تھا۔ ظاہر ہے جب خداوند قدوس سے اس قدر لَو لگا کر ترجمہ کیا گیا ہو تو اس میں برکات کیوں نہ ہوں اور وہ عدیم النظیر کیوں نہ ہو۔

غرضیکہ عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے " اللہ الصمد " کا ترجمہ سب سے نرالا اور اچھوتا کیا ہے۔ اور " صمد " کا ترجمہ " نرا دھار " فرمایا ہے قرآن پاک کے تمام اردو تراجم میں " اللہ الصمد " کا ترجمہ " اللہ بے نیاز ہے " کیا گیا ہے۔ مگر شاہ صاحب کا ترجمہ سب سے مختلف ہے۔

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جب وہ راولپنڈی جیل میں تھے تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آخر شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو سب تراجم سے ہٹ کر " صمد " کا ترجمہ " نرا دھار " کیا ہے تو اس میں ضرور کوئی حکمت ہے۔ اور چونکہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ تھا کہ سب سے بہتر ترجمہ قرآن عزیز کا حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ چنانچہ ان کے دل میں لامحالہ " نرادھار " کے معنی معلوم کرنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ فرماتے تھے کہ ان کے جیل کے ساتھیوں میں ایک بنگالی برہمن سنسکرت کے بڑے ماہر تھے۔ اس لئے اس برہمن کی طرف رجوع کیا گیا اور اس سے " نرا دھار " کے معنی پوچھے گئے ــــ اس برہمن نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ پیش کیا ــــ ترجمہ دیکھنا تھا کہ وہ برہمن پھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ شاہ صاحب ! فی الواقعہ نرا دھار سے بہتر کوئی اور لفظ ہو سکتا ہی نہیں جو " صمد " کی وضاحت کر سکے ــــ چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس برہمن کے الفاظ میں نرا دھار کا ترجمہ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ نرا دھار وہ ہے " جس کا کام دوجے بن رُکے نہیں اور کسی دوجے کا کام اس بن چلے نہیں " ــــ مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ لفظ " بے نیاز " صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ سب سے بے نیاز ہے مگر " نرا دھار " کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور کوئی دوسرا اس سے ہرگز بے نیاز ہو سکتا نہیں ــــ بہر حال کہنا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ ساری کائنات کا پالنہار اور مربّی ہے اور ساری مخلوق اس کی عیال ہے :-

" الخلق عیال اللہ "

محترم حضرات ! دنیا میں عام دستور یہ ہے کہ ہر گھر کا بڑا اور ہر کنبے کا چوہدری یہ چاہتا ہے کہ خاندان کے تمام امور اس کی مرضی اور مشورہ سے طے پائیں ــ ہر گھر کے بڑے کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ بیٹی بیاہی جائے تو اس کی مرضی سے ــــ بیٹے کا گھر آباد ہو تو

اس کی پسند سے - گھر کا نظام چلے تو اس کے مشورہ سے اور اس کی خواہش کے مطابق چلے - غرضکہ تمام امورِ خانہ اور ضروری کام اسی کی مرضی کے مطابق سرانجام پائیں -

یہی حال کنبہ کا ہے - خاندان کا بڑا اپنی مرضی چلانا چاہتا ہے - شہر کا بڑا اپنی رضا چاہتا ہے - ملک کا سربراہ اپنے قوانین اور مرضی کے مطابق ملک کا نظام پسند کرتا ہے اور اسی کے مطابق ساری رعایا کو چلانا چاہتا ہے -

اسی طرح خداوندِ لایزال جو ساری مخلوق کا بڑا ہے اور جس کی عظمت و بڑائی کے گیت ہم دن رات گاتے ہیں وہ بھی چاہتا ہے کہ میری مخلوق میری مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے اور میرے مقرر کردہ دستورِ حیات اور نظام العمل کے مطابق چلے -

برادرانِ اسلام ! آپ ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہم صبح صادق کے وقت نیند سے بیدار ہوتے ہیں اللہ رب العزت کی عظمت کا راگ الاپتے ہیں - اُس کی بڑائی کا اعلان کرتے ہیں اور مؤذن کی پہلی صدا ہی یہ ہوتی ہے :-

اللہ اکبر، اللہ اکبر -

اللہ بڑا ہے ، اللہ بڑا ہے -

پھر جب سارے جگ کا بڑا فقط وہی ہے تو اس کی اُلوہیت کی شہادت بھی ضروری ہے - پس اعلان کیا جاتا ہے -

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ،

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ -

مَیں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور الٰہ ہرگز نہیں ہے اور اس کا مکرر اعلان کیا جاتا ہے ---- اور اذان کی تکمیل بھی اس پر ہوتی ہے کہ اللہ بڑا ہے - اللہ بڑا ہے -

اسی طرح ظہر کے وقت جب سورج چمک رہا ہوتا ہے ، مؤذن پورے شد و مد کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا اعلان کرتا اور اس کی مرضی کے مطابق لوگوں کو بلاتا اور اس کی رضا کے مطابق چلنے کی تلقین کرتا ہے ---- اور اپنے بول بار بار دہراتا ہے - یہی سماں عصر، مغرب اور عشاء کے وقت بندھتا ہے اور اللہ کی بڑائی کا علی الاعلان اظہار ہوتا ہے ---- اذان کے علاوہ بھی بندگانِ خدا اپنے معبود اور مالکِ حقیقی کی عظمت کے گیت گاتے ہی رہتے ہیں اور اُٹھتے ، بیٹھتے، چلتے پھرتے اُس کی بڑائی کا اعلان کرتے ہی رہتے ہیں - سیڑھیاں چڑھتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں اللہ اکبر، اللہ اکبر - اللہ بڑا ہے ، اللہ بڑا ہے - اسی طرح کئی مواقع ہیں کہ جہاں اللہ اکبر کی صدائے دلنواز ضرور بلند ہوتی ہے اور اللہ کی بڑائی کے زمزمے گونجنے لگتے ہیں -

مختصر یہ کہ جب اللہ تعالٰے ہی حقیقت میں سب سے بڑے ہیں اور ساری مخلوق ان کا کنبہ، ان کی رعیت اور ان کی بندگی کا قلادہ گلے میں لٹکائے ہوتے ہے تو پھر وہ بھی ضرور چاہیں گے کہ ساری مخلوق اور بندگانِ خدا فقط ان کی مرضی کے مطابق چلیں اور ساری زندگی ان کی بنائی ہوئی ہدایات کے تحت بسر کریں -

اللہ کی مرضی معلوم کیسے ہو؟

اب اللہ رب العزت تو مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور نہ مخلوق میں ان کے دیکھنے کی تاب و طاقت اور سکت ہے ---- اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی مرضی معلوم کیسے ہو ؟

آنکھیں ان کو دیکھ نہیں سکتیں، کان اُن کی آواز کے متحمل نہیں ہو سکتے ، ہاتھ انہیں محسوس نہیں کر سکتے، دماغ ان کا ادراک نہیں کر سکتا تو پھر کیونکر پتہ چلے کہ ان کی مرضی اور منشاء کیا ہے - اور ہم کس طرح اُس کی تکمیل کر سکتے ہیں ؟

پس اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دیکھو ! میری مرضی اور منشاء معلوم کرنے کا اصول یہ ہے کہ میری رضاء کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریق یہ ہے ---- کہ میرے عطا کردہ نمونے اور میری رضاء کے پیکر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو اور ان کی پاکیزہ زندگی کو مشعلِ راہ بناؤ ---- ان کی راہ پر چلنے اور ان کے لائے ہوئے پیغامِ حیات کو اپنانے سے میری مرضی پوری ہو جائے گی اور یہی مقصودِ حیاتِ کائنات ہے -

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ -

اللہ تعالٰے ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے اور رضائے ایزدی کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین !!

کلماتِ طیبات

مرتبہ ہارون رشید

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

نے ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا کہ: "وہ حسین کہاں گئے جن کے چہرے خوب صورت تھے جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا - وہ بادشاہ کہاں گئے جنھوں نے شہر آباد کئے تھے، قلعے بنائے تھے - وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہتے تھے - زمانے نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں"

فرمایا کرتے تھے "خبردار کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے"

فرمایا کرتے تھے "اے اللہ کے بندو آپس میں قطع تعلق نہ رکھو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو کے رہو، جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے -

حضرت عمر فاروق رضؓ

فرماتے تھے کہ:

"تین چیزیں تیرے بھائی کے دل

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

علمائے آخرت کی چند خصوصی علامات

(حاجی کمال الدین پنشنر ، لاہور)

گذشتہ سے پیوستہ

ایک علامت علمائے آخرت کی یہ کہ اس کا یقین اور ایمان اللہ تعالٰے شانہٗ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اُس کو ہو۔ یقین ہی اصل راس المال ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔ یقین کو سیکھو — یعنی یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو، ان کا اتباع کرو تاکہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو، اس کو حق تعالٰے کی قدرتِ کاملہ اور صفاتِ عالیہ کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند، سورج کے وجود کا۔ وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو۔ کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک ذات پاک ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادے کے ساتھ مسخّر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکّل، رضا اور تسلیم سہل ہو جائیں گی نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمّہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمّہ لے رکھّا ہے۔ جو اس کے مقدّر میں ہے وہ اس کو بہرحال مل کر رہے گا۔ اور جو مقدّر میں نہیں ہے وہ کسی حال میں نہ مل سکے گا، اور جب اس کا پختہ یقین ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ حرص اور طمع جاتی رہیگی۔ جو چیز میسّر نہ ہوگی اس پر رنج نہ [illegible] نیز اس کو اس کا یقین [illegible]ہ اللہ تعالٰے ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔ ایک [illegible]رّہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالٰے کے علم میں ہے اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا اور بُرے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقین سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف، اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ، بچھّو سے) اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اس کو پوری رغبت ہوگی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہوگا۔

ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اس کی ہر حرکت و سکون سے اللہ تعالٰے کا خوف ٹپکتا ہو۔ اس کی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اس کے لباس سے، اس کی عادات سے، اس کے بولنے سے اور اس کے چپ رہنے سے۔ حتیٰ کہ ہر حرکت اور سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو۔ اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالٰے کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ سکون، وقار، مسکنت، تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو۔ بیہودہ گوئی، لغو کلامی، تکلّف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالٰے سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔ کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو۔ جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو، جابر علماء میں سے نہ ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امّت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالٰے کی وسعتِ رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالٰے کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں اُن کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔

حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا۔ اور یہ کہ اللہ کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے۔

کسی نے پوچھا کہ "بہترین ساتھی کون ہے؟" حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تُو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبّہ کر دے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے۔

کسی نے پوچھا کہ بُرا ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبّہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اس میں تیری اعانت نہ کرے۔

کسی نے پوچھا۔ کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والا ہو۔

کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں! حضورؐ نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکرمند رہا ہو۔ اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہوں۔ فلاں عمل کرنا ضروری، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے۔ اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات ہوں تاکہ لوگ اس کو محقق سمجھیں، حکیم اور فلاسفر جانیں۔

ایک علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر رکھنے والا ہو محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع

اپنے کرمفرما ایجنٹوں سے خطاب

ہفت روزہ خدام الدین کا اجراء حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب و سنّت کی اشاعت کی خاطر کیا تھا۔ کسی قسم کا مالی مفاد مدِ نظر نہیں تھا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جو قیمت آج سے پندرہ سال پہلے تھی آج بھی وہی ہے حالانکہ اخراجات پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ آفسٹ طباعت کے ساتھ بیس صفحات کا یہ خوبصورت پرچہ صرف پچیس پیسے میں قارئین کو فراہم کر رہے ہیں۔ ایسے خالص دینی پرچہ کی توسیع اشاعت اور تعاون باعثِ ثواب و نجات ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ایجنٹ حضرات نہ صرف بل ماہ بماہ باقاعدہ نہیں بھیجتے بلکہ اس دینی پرچہ کی بیشتر رقوم دبائے بیٹھے ہیں۔ ان کو یاددہانی کرائی گئی، گذارشات کی گئیں لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب آخری بار یاددہانی اور گذارش کی جاتی ہے کہ ایجنٹ حضرات اپنی اپنی رقم ادا کریں تاکہ یہ سلسلۂ خیر مزید ترقی کرے۔ اور اگر اس مؤدبانہ گذارش کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو ہم مجبور ہوں گے کہ مارشل لاء حکام کو ان کرمفرما ایجنٹوں کی فہرست پیش کر کے **مطالبہ کریں کہ اس دینی پرچہ کی رقوم دلائی جائیں۔**

ہم امید کرتے ہیں کہ ایجنٹ حضرات ۱۵ رجولائی ۱۹۶۹ء تک حساب بے باق کر دیں گے ورنہ ہم انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور رہوں گے۔

(ادارہ)

ہیں ان کا قائل نہ بن جائے۔ اصل اتباع حضور کے پاک ارشاد کا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضؓ کا اتباع ہے کہ وہ حضورؐ کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضور ہی کا ہے تو حضورؐ کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں ان پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے

ایک علامت یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور اچھائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اپنائے۔ ان چیزوں میں جتنی کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا اور علمائے آخرت میں اتنا ہی درجہ اس کا بلند ہوتا جائے گا۔

ایک علامت بدعات سے بہت شدّت اور اہتمام سے بچنا ہو۔ کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے بلکہ اصل اتباع حضورؐ کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابۂ کرام کا کیا معمول رہا ہے۔ اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنھوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اس نے سمجھا ہے، دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا ہے اُسی کا طالب ہے دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو دنیا نہ کمائے اس سے خفا ہوتا ہے، ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے اس کے لئے انشاءاللہ بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ اس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہوگا۔ یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کی جائیں گی۔

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان تھکے ہوئے واپس ہوئے۔ اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے۔ ان لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا۔ ہمارا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ ہم ان کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں یہ لوگ اپنے نبیؐ کے صحبت یافتہ ہیں ان پر تمہارا اثر مشکل ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے۔ اس کے بعد تابعین کے زمانہ میں اس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلا دیا وہ سب کے سب اس وقت بھی پریشان حال واپس ہوئے۔ اُس نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں دق کر دیا۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض ان سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں مگر جب شام ہو جاتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی وہ بد دینی کو دین سمجھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے ان لوگوں کے لئے ایسی بدعات نکال دیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے۔ اس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو

یہ کچھ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی گئی ہیں جن کو علامہ غزالی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس لئے علماء کو اپنے محاسبہ کے دن خاص طور سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا محاسبہ بھی سخت ہے ان کی ذمّہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے اور قیامت کا دن جس میں یہ محاسبہ ہوگا بڑا سخت دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۶۸ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۴)

فرمایا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۔ تم سب نے خدا کی طرف لوٹ کر آنا ہے، ایک وقت آئے گا کہ تم سب خدا کی طرف آؤ گے ۔ مرضی سے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے، بلا مرضی کے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے ۔ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥ (یٰس ۸۳) کہ تم سب کے سب خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔۔

اس لئے بڑا پیارا جملہ ہے قرآن کا اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ جہاں تک میرا ناقص خیال ہے، (اگر غلطی کرتا ہوں تو اللہ معاف فرمائیں) میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں پر اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو خطاب فرمایا تو وہاں پر صیغہ ہے مجہول کا ۔ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (الانعام ۳۶) اللہ ہی کی طرف ہم کو لوٹایا جائے گا، اللہ ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے، کیا مطلب؟ تمہارا دل تو نہیں کرتا کہ تم خدا کے قریب آؤ لیکن تمہیں میں کھینچ کر لے آؤں گا ۔ تم مجھ سے کہاں بھاگ کر جاؤ گے؟ لیکن نیکوکاروں کے متعلق، اللہ کے نیک بندوں کے متعلق جہاں پر آتا ہے وہاں پر قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب انسان پر مصیبت آتی ہے تو کیا کہتا ہے؟ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ٥ (بقرہ ۱۵۶) (وہاں پر معلوم کا صیغہ ہے) کہ میرے نیک بندے جب ان پر تکلیف آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ کہ بھائی اس میں کون سی بڑی بات ہے؟ گھبرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اِنَّا لِلّٰهِ ۔ ہم تو سب اللہ ہی کے ہیں وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ اور ہم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی ہمیں یقین ہے کہ ہم اللہ ہی کی طرف جائیں گے ۔ حکم میں خوشی سے ہم مانتے ہیں ہم خدا کی طرف جائیں گے ۔ لیکن کافروں اور نافرمانوں کے لئے مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا کہ تم نہیں مانتے لیکن تم کو آنا ہی پڑے گا ۔ تم کہاں جاؤ گے مجھ سے بھاگ کر؟ تمہیں ایک نہ ایک وقت میری طرف آنا ہی پڑے گا لوٹنا ہی پڑے گا ۔

تو دونوں کو خطاب فرمایا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۔ اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹ کر آنا ہے ۔ مسلمانوں نے بھی لوٹ کر آنا ہے، کافروں نے بھی، امیروں نے، غریبوں نے، چھوٹوں نے، بڑوں نے، گنہگاروں نے، نیکوکاروں نے ۔ اور تم اس بات کو مشکل نہ سمجھو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ تو اس پر بھی قادر ہے کہ ساری کائنات انسانی کو اپنی طرف لے آئے ــــ

اور اللہ تعالےٰ لے جاتا ہے ۔ اس لئے دنیا میں فنا کا قانون بنا دیا اور قانون فنا کو اپنی نعمت بتایا ۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ (الرحمٰن ۲۶ تا ۲۸) فرمایا فنا کرنا بھی میری نعمت ہے، ظالم کا فنا کرنا مظلوم کے لئے نعمت ہے، جابر کا فنا کرنا غریب کے لئے نعمت ہے اور ویسے بھی دنیا سے لے جانا یہ بہت بڑی نعمت ہے ۔ جیسا کہ صوفیائے کرام کا قول ہے ۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ــــ موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب تک پہنچا دیتا ہے ۔ موت ایک پل ہے جو حبیب کو، عاشق کو، انسان کو حبیب تک یعنی رب العالمین تک پہنچا دیتا ہے ۔ تو موت کو، فنا کو کیا فرمایا؟ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ اس میں اشکال ہوتا ہے کہ فنا کیسے نعمت ہے؟ فنا تو بہت بڑی نعمت ہے ۔ بقاء فناء کے ساتھ ہے اگر فنا نہ ہو تو بقا بھی نہیں ہو سکتی ۔

تو ارشاد فرمایا وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے میرے بندے! میں تیرا رب ہوں اور میں ہر چیز پر قادر ہوں، انجام کار تو نے میری طرف آنا ہے، تو پہلے ہی میرے ساتھ تعلق قائم کر لے ۔ تو میرے حکموں پر پورا عمل نہیں کر سکتا ۔ اس لئے میں نے قانونِ مغفرت بنا دیا ہے کہ تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگ اور میری طرف قدم اٹھا، جو تیری چھوٹی موٹی غلطیاں ہوں گی وہ میں معاف کر دوں گا توبہ کے ساتھ، تو میں سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ عنہم اپنے رب سے اس حد تک شرمایا کرتے تھے کہ استنجا کرتے وقت، غسلخانے میں جاتے وقت، پیشاب کرتے وقت، اپنے بدنوں کو ڈھانپ لیا کرتے تھے تاکہ کوئی اپنا بدن بھی خود نہ دیکھ سکے، اپنا بدن اپنے آپ کو بھی نظر نہ آئے ۔ اس حد تک حیاء کرتے تھے ۔ اس حد تک شرماتے تھے رب العالمین سے (اکثر مفسرین نے یہ قول اگلی آیت نمبر ۵ کے شانِ نزول میں بیان فرمایا ہے ۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے)

تو قرآن مجید نے ان کو حکم فرمایا کہ رب العالمین سے معافیاں مانگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنے آپ کو اس قدر تکلیفوں میں ڈال دو ــــ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ (الطلاق ۷) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ (بقرہ ۲۸۶) رب العالمین کسی بھی جی کو اتنی تکلیف نہیں دیتے کہ جو وہ برداشت نہ کر سکے ۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کا اسم گرامی زینب ہے ــــ میرا حافظہ ٹھیک ہے تو زینب ہی ہے یا کوئی اور نام ہوگا ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت کے ساتھ ایک رسی باندھی ہوئی تھی ــــ پوچھا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ "یہ کیوں تو نے باندھی ہے؟" ــ عرض کی ۔

"اللہ کے نبی! رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتی ہوں اگر نیند آ جائے تو میں نے یہ حیلہ بنایا ہے" لڑکی کہہ رہی ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک خادمہ کہہ رہی ہے، مسلمان بچی کہہ رہی ہے۔ (اللہ تعالےٰ ہماری بچیوں کو بھی پارسائی نصیب فرمائے) اس دَور کے بے حیائی نظام سے، اور آج کل جو بن رہا ہے، ہم جس طرف جا رہے ہیں، یہ ہمارے اپنے اعمال ہیں، ہمیں جبراً کوئی نہیں بنا سکتا۔ اگر ہمارے اپنے اعمال ٹھیک ہوں تو وہ کون سی طاقت طاقت ہے جو ہمیں جبراً خدا سے باغی کر سکے۔ مسلمان اگر اللہ سے باغی نہ ہو جائے تو ہر جگہ خداوندِ قدّوس کو یاد کر سکتا ہے — ہر جگہ — جہاں بھی چاہے اللہ کو یاد کر سکتا ہے۔ رب العٰلمین نے عابدین کے لئے ایسے نظام بنا دئے کہ بڑے سے بڑے جابر انسان بھی عابدین کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ عابدین کو کبھی ذلیل نہیں کرتے۔ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۝ (الانبیاء ۱۰۶)

تو حضورِ انور نے پوچھا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ تو نے یہ کیوں رسّی باندھی؟ عرض کیا "اللہ کے نبی! صلی اللہ تعالےٰ علیک وسلم! میں رات کو عبادت کرتی ہوں۔ مجھے جب نیند آتی ہے تو پھر میں نے یہ ایک طریقہ سوچا ہے کہ اپنے سر کے بالوں کو اس رسّی کے ساتھ باندھ دیتی ہوں تاکہ مجھے نیند نہ آئے، جھک نہ سکوں گر نہ جاؤں" —— اب تو ہماری بچیوں نے بال ہی منڈوا ڈالے، باندھیں گی کیا؟ بال ہی ختم کر دئے۔

بچپن میں جب ہم ہوتے تھے۔ تو جب کوئی گالی دیتا تھا بھلا مانس (اب تو گالی بھی ایسی ہیں جو انسائیکلوپیڈیا میں بھی کہیں نہیں ہیں۔ اتنا ہم منہ سے نکالتے ہیں رد بد میرے بزرگو! اللہ ہم سب کو زبان کی پاکیزگی نصیب فرمائے۔ مسلمان کی زبان پاک ہونی چاہیے۔ رات کو کیمبلپور میں درسِ حدیث میں گذرا) جو ہم مذاقاً" میرے بزرگو! ایک دوسرے کو گالیاں دے دیتے ہیں، لاڈ کے ساتھ، ناز کے ساتھ، یہ سب عنداللہ جرم ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (ق ۱۸) زبان کا گندہ یہ بھی خدا کے ہاں ایک جرم ہے۔ اب تو گالیوں کی بھی ایسی قسمیں بن گئی ہیں کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ کسی لغت میں نہیں ملتیں۔ چھوٹی عمر کے منہ سے گالیاں آپ سنتے رہتے ہیں، ہمیشہ سنتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان موہوں کو صالحیّت عطا فرمائے۔ زبانوں کو رب العالمین احاطے میں لے آئے تاکہ زبان اللہ کے کنٹرول میں رہے اور منہ سے بک بکا کی صورت نہ نکلے۔ دیکھئے گلی میں جائیں آپ، بچے جب آپس میں لڑتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے، کھیلتے ہیں، وہ منہ سے مغلّظ گالیاں نکالتے ہیں۔ جو بڑی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔ بڑوں کی گالیاں، لاڈ کی گالیاں، اپنے ملنے ملانے والوں کی گالیاں۔ پھر ہمارے بعض دوست ٹیلیفونوں پر جب ایک دوسرے کے ساتھ کسی ضروری بات کا بھی موقع ہو پہلے ایک دو سیکنڈ اپنی زبان کے چٹخارے کے لئے دو تین گالیاں یہ دے دیتے ہیں۔ دو تین گالیاں وہ دے دیتے ہیں اس کے بعد کام کی بات ہوتی ہے۔ گویا یہ گالیاں ہمارا مقدّمہ ہوتا ہے، جملہ افتتاحیہ ہوتا ہے، استقبالیہ (نعوذ باللہ من ذالک) —— اَلْمُؤْمِنُ لَا يَكُوْنُ بَذِيًّا۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کہ مومن بزی نہیں ہو سکتا۔ بزی کا معنیٰ یاوہ گو، بے ہودہ گو۔ جس کے منہ سے بے فائدہ قسم کے کلمات نکلتے رہیں تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ رسی کیوں باندھی ہے؟" تو وہ عرض کرتی ہے اللہ کے نبی! میں نے یہ رسّی اس لئے باندھی ہے کہ جب میں رات کو تھک جاؤں تو گرنے سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور تاکہ نیند مجھ پر غالب نہ ہو سکے۔ میں نے یہ بال باندھنے کے لئے یہ رسّی لٹکا رکھی ہے۔

تو بات بالوں پر چلی تھی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہماری بچیوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ بال کٹا دیتی ہیں اس پر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بچپن میں ہم کبھی سنا کرتے تھے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو تنبیہ کے ساتھ کوئی بات کہنا چاہتا تھا تو سب سے بڑی تنبیہ کی جو بولی ہوتی تھی وہ یہ ہوتی تھی" او سِر مُنّیئے کیہہ پئی کرنی ایں"؟ او سِر مُنّئیے! تو "سِر مُنّی" ہمارے زمانے میں بچپن میں گالی تھی اور اب ہماری ثقافت کا بہت بڑا حصّہ بن گیا ہے۔ اللہ ان حصّوں سے ہمیں محفوظ رکھے اور جو بچیاں ہماری غلطیوں میں مرتکب ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی غلطیوں کو دور فرمائے — بچیاں بھی ہوں گی، سن لیں — میری بچیو اور میری بہنو! اور ماؤں! عورت اپنا بدن کسی کو نہیں دکھا سکتی۔ ہمارے بال ہمارے حجام بھائی کاٹتے ہیں۔ ہماری بچیوں کی کی گردنوں پر وہ ہاتھ پھیرتے ہیں۔ (نیّت بے نیّتی کا سوال ہی نہیں ہے، نیّت کیا بلا ہوتی ہے؟ نیّت بدنیّتی، نیّت بدنیّتی لئے پھرتے ہیں) گناہ میں کیا نیّت بدنیّتی؟ اب ایک گناہ ہے اس میں بدنیّتی کا کیا سوال؟ ایک آدمی کسی کا کوٹ اتار رہا ہے کہ بھائی! میں تیرا کوٹ اتار رہا ہوں نیک نیّتی کے ساتھ، مجھے سردی لگ رہی ہے، یہ مجھے دے دو۔ آپ اس کو اتارنے دینگے؟ اُس کی نیّت تو ٹھیک ہے، سردی ہے اور آپ کے پاس بہت بڑا جسٹر ہے آپ اسے دے دیں نا، وہ اچھی نیّت کے ساتھ اتار رہا ہے۔ آپ یہی کہیں گے کہ بھائی تیری نیّت کو کیا کروں مجھے خود سردی لگ رہی ہے ارے بے وقوف مجھے سردی میں مارتے ہو؟ تو نیّت کا سوال نہیں ہے، اللہ نے جو قانون بنا دیا، ناجائز ناجائز ہے، جائز جائز ہے۔ آج ہماری بچیوں کے وجود کو کون نہیں دیکھتا؟ (میں شکوہ نہیں کر رہا، کسی کی غیبت نہیں کر رہا۔ میں بات کر رہا ہوں) ڈاکٹر ہماری بچیوں کے بدنوں کو دیکھتے ہیں۔ معمولی معمولی بیماریوں پر مسارعِ صدر لگائے جاتے ہیں، آلات لگائے جاتے ہیں، بازوؤں پر آلات باندھے جاتے ہیں، خون ٹیسٹ کرنے کے لئے رگوں پر ہاتھ پھیرے جاتے ہیں۔ درزی ہماری بچیوں کے بدن کو ناپتا ہے (اللہ ہمیں شرم و حیا نصیب ہے

اسلام میں ★

حقوقِ زوجین

ماں باپ اور اولاد کے قریب ترین تعلقات کی فہرست میں تیسرا درجہ زن و شوہر کا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح والدین کے حقوق کی توضیح بوڑھوں کی تسکین روحانی کا ذریعہ، اور اولاد کے حقوق کی تفصیل ننھے بچوں کی ہستی اور زندگی کا مدار تھا، اسی طرح حقوق زوجین کی تشریح پر جوانوں کے بلکہ ہر گھر کے عیش و مسرت کا انحصار ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب قائم تھے، اُن سب میں عورت کو اور عورت و مرد کے ازدواجی تعلق کو بہت حد تک اخلاق و روح کی ترقی مدارج کے لئے عائق و مانع تسلیم کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں بودھ، جین، ویدانت، جوگ اور سادھوپن کے تمام پیرو اسی نظریہ کے پابند تھے۔ عیسائی مذہب میں تجرد اور عورت سے بے تعلقی ہی کمال روحانی کا ذریعہ تھا۔ اسلام نے آکر اس نظریہ کو باطل کیا اور بتایا کہ اخلاق اور روح کی تکمیل جس قدر تجرّد میں ہوسکتی ہے اس سے بدرجہا زیادہ تعلق ازدواج میں ممکن ہے، کہ تمام اخلاق حسن معاملہ اور حسن سلوک کا ہے جو کسی کا شوہر نہ ہو، جو کسی کی ماں نہ ہو، جو کسی کا بھائی نہ ہو، اور نہ کسی کی بہن ہو، نہ کسی سے رشتہ ناتہ رکھے اس پر دنیا کے کچھ فرائض عائد ہوسکتے ہیں؟ اور اخلاق کی تکمیل کے لئے اس کو کون سے فطری موقعے مل سکتے ہیں۔؟ پھر دنیا میں اس عفت وعصمت کی موت جو اخلاقی قالب کی روح ہے، اس تجرد کی زندگی میں کتنی یقینی ہے، مذھبی تجرد کی وہ پوری اخلاقی تاریخ جو دنیا کے کتب خانوں میں محفوظ ہے۔ اس دعویٰ کی پوری شہادت ہے۔

اسلام نے نکاح کو ہر عمر کے مرد و عورت بلکہ آزاد وغلام ہر ایک کے لئے بہتر بلکہ خیر و برکت کا سبب قرار ، حکم ہوا۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (نور - ۴)

اور اپنے میں سے بن شوہر کی عورتوں کا (خواہ وہ کنواری ہوں یا رانڈ)، اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے صالحوں کا نکاح کردیا کرو، اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ مہربانی کرکے اُن کو غنی کردے گا۔ اور اللہ گنجائش رکھنے والا اور علم والا ہے۔

اس آیت کا یہ فقرہ کہ "اگر وہ غریب وتنگدست ہوں گے تو خدائے تعالیٰ اپنی مہربانی سے اُن کو غنی بنادے گا۔" یہ معنی رکھتا ہے کہ ازدواجی زندگی خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ مذھبی حیثیت سے تو اس بنا پر کہ اگر ایک کی تقدیر میں غربت ہوگی تو شاید دوسرے کی تقدیر میں فارغ البالی ہو، تو ایک کے ذریعے سے دوسرے کو فائدہ پہنچے گا۔ اور دنیاوی لحاظ سے دو سببوں سے، ایک تو یہ کہ ایک کام کرنے والے کے بجائے گھر میں دو کام کرنے والے ہوں گے اور آگے اولاد کے ذریعے اور کام کرنے والے پیدا ہوں گے۔ اس فلسفہ کا راز اہل دولت نہیں، غریب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ خصوصاً مزدور اور کاشتکار، اور دوسرا سبب یہ ہے کہ جب نکمے سے نکمے آدمی پر بھی بار پڑتا ہے تو وہ ہاتھ پاؤں ہلانے پر تیار ہوتا ہے۔ اس لئے جو بیکاری سے غریب ہے۔ بیوی کے بوجھ سے مجبور ہوگا کہ وہ کام کہیں سے پیدا کرے۔ خصوصاً اس لئے کہ اس کی محبت اس کو بعض ایسے بڑے بڑے کاموں پر آمادہ کردے گی جس کے لئے وہ بغیر اس نشہ کے کبھی آمادہ نہ ہوسکتا آخر میں فرمایا کہ خدا بڑی وسعت والا ہے اس کی گنجائش میں سب کچھ ہے، اور پھر علم والا ہے، غیب کا علم اسی کو ہے۔ اس لئے اس کا یہ حکم حکمت سے خالی نہیں۔

پھر اس فرض کو یہاں تک ضروری قرار دیا کہ فرمایا اگر کوئی غریب مسلمان کسی شریف خاتون کا خرچ نہ اٹھاسکتا ہو تو کسی مسلمان باندی ہی سے نکاح کرلے، فرمایا،

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ (نساء - ۴)

اور جو تم میں سے اس کی قدرت نہ رکھتا ہو کہ شریف مومن عورتوں سے نکاح کرسکے تو تمہاری اُن مومن باندیوں میں سے کسی سے نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہو، اور اللہ تمہارا ایمان زیادہ جانتا ہے، تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

آیت کا آخری ٹکڑا خاص غور کے قابل ہے، یہ فرمایا کہ اگر شریف و آزاد بیوی کا خرچ اٹھانے کی صلاحیت نہ ہو تو کسی باایمان باندی سے نکاح کرو۔ اب یہاں سے دو شبہے پیش آتے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا نو مسلم باندیاں پرانے مسلمانوں کے برابر ہوسکتی ہیں؟ تو فرمایا کہ نئے اور پرانے مسلمان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، خدا ہی کو معلوم ہے کہ کس کا ایمان زیادہ اچھا اور خدا کے نزدیک قبول ہے۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ یہ نو مسلم عورتیں شریف خاندانوں کے ہم رتبہ کیسے ہوں گی، تو فرمایا یہ تفریق بھی غلط ہے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے برابر ہے، اور سارے بنی آدم ایک ہی جنس کے افراد ہیں۔

یہ اہتمام بیان اس لئے ملحوظ ہوا کہ غریب مسلمان ان وسوسوں میں پڑکر نکاح سے باز نہ رہیں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ شخصی مسرت کی تکمیل میں کسی رفیقۂ حیات کی رفاقت کو اسلام نے کتنی اہمیت دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اتزوج النسآء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، تو جس نے میرے طریقے سے روگردانی کی تو وہ مجھ سے نہیں،

اس نکاح کا مقصد صرف ایک فرض کو ادا کرنا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی رفاقت کے لئے اپنے ایک ہم جنس کی تلاش ہوتی ہے، اور یہ خدا کی پیدا کی ہوئی فطرت ہے، چنانچہ زن وشوہر کے باہمی اخلاص ومحبت کو خدا نے اپنی نشانیوں میں سے ایک قرار دیا ہے، فرمایا۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ

مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔

اور اس (خدا کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔ تاکہ تم اُن کے پاس سکون پاؤ، اور تمہارے آپس میں پیار اور مہر پیدا کردیا۔ بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے کتنی نشانیاں ہیں۔

قرآن پاک نے ایک لفظ "سکون" سے بیوی کی رفاقت کی جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے وہ اس ازدواجی تعلق کے فلسفہ کے پورے دفتر کو اپنے اندر سمیٹے ہے۔ اس کا خلوت خانہ عالم کی کشاکش، دنیا کے حوادث، اور مشکلات کے تلاطم میں امن، سکون اور چین کا گوشہ ہے۔ اس لئے میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں اتنی خوشگواری ہونی چاہیئے کہ اُس سے اس تعلق کے وہ خاص اغراض جن کے لئے خدا نے اس زن شوئی کے تعلق کو اپنے عجیب و غریب آثارِ قدرت میں شمار کیا ہے۔ پورے ہوں، یعنی باہمی اخلاص و پیار، مہر و محبت اور سکون اور چین، اگر کسی نکاح سے قدرت کے یہ اغراض پورے نہ ہوں، تو اس میں دونوں یا دونوں میں سے ایک کا قصور ہے۔

میاں بیوی کی باہمی موافقت اور میل جول کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ ان لوگوں کی سخت برائی کی ہے۔ جو زن و شو کے باہمی میل و جول اور مہر و محبت میں فرق ڈالیں۔ فرمایا،

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔

(البقرہ ۱۲)

تو وہ (یہود) اُن سے وہ سیکھتے ہیں جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں تفرقہ ڈالتے ہیں . . . اس کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

یہ باہمی میل جول کس طرح قائم رہ سکتا ہے، اس کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بیوی شوہر کی فرماں برداری اور شوہر بیوی کی دلجوئی کرے۔ زن و شو باہم اپنے اپنے حقوق کی لحاظ سے گو برابر ہیں — لیکن مرد کو تھوڑا سا مرتبہ اس لئے زیادہ گیا ہے کہ وہ عورت کی دیکھ بھال اور خبرگیری کرتا ہے اور اس کے جائز مصارف کا بوجھ اٹھاتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو مشکلات میں پڑنے اور عورت کی حفاظت اور بچاؤ کی خاطر اس کو جسمانی صلاحیتوں سے عورتوں سے زیادہ نوازا ہے۔ فرمایا،

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (نساء ۔ ۶)

مرد عورتوں کے سردھرے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بزرگی دی ہے اور اس لئے کہ مرد اپنا مال اُن پر خرچ کرتے ہیں۔ تو نیک بیبیاں فرماں بردار ہوتی ہیں، اور غائبانہ نگہبانی کرتی ہیں، کہ خدا نے ان کی حفاظت کی ہے۔

آیت کے آخیر حصہ کا یہ مطلب ذہن میں آتا ہے کہ نیک بی بیاں شوہر کی غیر حاضری میں اپنی اور شوہر کی عزت و آبرو اور مال کا خیال رکھتی ہیں اور ان کی یہی فطرت اللہ نے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی عصمت کا خیال اور شوہر کی وفاداری کا جذبہ پیدا کرکے ان کو محفوظ کردیا ہے۔ اب اگر کسی عورت سے اس کے خلاف ظہور میں آئے تو وہ فعل خلافِ فطرت ہے۔

مرد و عورت کو ایک دوسرے سے ملاکر اللہ تعالیٰ نے دونوں کے جنسی میلان کو ان کی معاشی اور معاشرتی کمی کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے، اس لئے یہ ایک دوسرے کے لازم و ملزوم، ایک دوسرے کی پردہ پوش، ایک دوسرے کی زینت، اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ قرآن پاک کی بلاغت دیکھئے کہ اس نے ان سارے مطالب کو صرف ایک تشبیہ میں ادا کردیا ہے:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ ۔ ۲۲)

عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم اُن کی پوشاک ہو۔

اس پوشاک کے پردہ میں جیسا کہ ابھی کہا گیا بیسیوں معنی پوشیدہ ہیں۔ تم اُن کے ستر پوش ہو، اور وہ تمہارے لئے، تم اُن کی زینت ہو، وہ تمہاری، تم ان کی خوبصورتی ہو، اور تمہاری، تم ان کی تکمیل کا ذریعہ ہو، اور وہ تمہاری، یہی نکاح کے اغراض ہیں، اور انہیں اغراض کو پورا کرنا حقوق زوجین کو ادا کرنا ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کی تخلیق، اور ان کے باہمی فرائض کی تشریح کی ہے، فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا،

(نساء ۱۰)

اے لوگو! اپنے اس پروردگار کا لحاظ کرو، جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں نے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اس خدا کا جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو، اور رحموں (رشتوں)، کا لحاظ رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری دیکھ بھال کر رہا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو نکاح کے خطبوں میں عموماً پڑھا کرتے تھے۔ ان آیتوں میں انسانیت کے پہلے جوڑے کی پیدائش کا ذکر ہے، جس سے کروڑوں مرد اور عورت پیدا ہوئے۔ اور پھر اس واقعہ کو تمہید بناکر یہ نتیجہ ذہن نشین کرایا ہے کہ تو پھر چاہیئے کہ ہم اپنے کاروبار اور معاملات میں اپنے اس خالق حقیقی کا اور ان رحموں (رشتوں) کا لحاظ کریں جو ہماری خلقت کا ذریعہ اور واسطہ ہیں، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑ یہی نکاح ہے۔ یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ پیدا نہ ہوسکتا۔ اس لئے دنیا کی ہر قرابت اور تعلق کا رشتہ اسی کے بدولت وجود میں آیا ہے۔ اور اس نقطۂ خیال سے ہی دنیا میں نکاح کی اہمیت بہت بڑھی ہے۔ کہ اسی سے ساری دنیا کے عزیزانہ مہر و محبت اور الفت و مودّت کا آغاز ہوتا ہے۔

نکاح کی اخلاقی غرض یہ ہے کہ مرد و عورت میں صلاح اور عفت پیدا ہو، قرآن نے نکاح کے سلسلہ میں کہا ہے مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (مائدہ ۔ ۱۰) پاک دامنی کے لئے، نہ شہوت رانی کے لئے۔ اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جوانوں کو خطاب کرکے فرمایا۔

اے جوانو کے گروہ! تم میں نکاح کی جس کی طاقت ہو، وہ نکاح کرلے کہ اس۔ نگاہیں نیچی اور شرمگاہیں محفوظ رہیں گی ۔۔۔

اس کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے، کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے۔
(ابن ماجہ، نکاح)

نکاح کے ان اغراض کا پورا ہونا اس پر موقوف ہے کہ دونوں میں یک جہتی اور صلح کا رجحان نمایاں ہے۔ اور ہر موقع پر جہاں تعلقات کے شیشہ کو ٹھیس لگنے کا ڈر ہو، باہم صلح کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے اور اصلاح حال کے لئے دونوں کو برابر کوشش کرنا چاہیئے۔ اسی لئے زوجین میں مناقشہ پیش آنے کی صورت میں بھی اصلاح حال کی برابر تائید کی گئی ہے۔ فرمایا ہے

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا (بقرہ۔ ۲۸) اگر یہ شوہر اصلاح چاہیں، وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا (نساء، ۱۹) اگر اصلاح کرو اور تقویٰ کرو۔" کہیں اسی اصلاح کا نام اللہ کی حدود کو قائم کرنا کہا گیا ہے۔

اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ، (بقرہ، ۲۹)
یہ کہ اللہ میاں کی دونوں میاں بی بی حدوں کو قائم رکھیں گے۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ مرد قسم کھالیتے تھے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ نہیں کریں گے۔ اور جب کوئی انہیں سمجھاتا تو کہتے کہ ہم قسم کھا چکے ہیں مجبور ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی زبان مبارک سے ایسے لوگوں کو فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (بقرہ ۲۲۴)

اور خدا کو اپنی قسموں کا ہتھکنڈہ نہ بناؤ کہ سلوک نہ کرو، اور تقویٰ اور لوگوں کے درمیان صلح جوئی نہ اختیار کرو، اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

اس آیت میں اس کے بعد عورتوں سے قسم کھاکر علیحدگی اختیار کر لینے اور طلاق دینے کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان نصیحتوں کا زیادہ تر تعلق زن وشو کے معاملے سے ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کو عورت کے ساتھ حسن سلوک، پرہیزگاری کا برتاؤ (تقویٰ) اور صلح جوئی اور درستی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

نیک بیویوں کے اوصاف قرآن پاک نے یہ بتائے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ۔ (نساء، ۶)

تو نیک بیویاں شوہروں کے فرماں بردار ہوتی ہیں۔ اور شوہر کے پیٹھ پیچھے شوہروں کے مال و دولت اور عزت و آبرو، کی حفاظت کرتی ہیں۔

گویا عورت کے فرائض یہ ہیں کہ وہ اپنے مردوں کی فرماں بردار رہیں۔ اُن کے مال و دولت اور ملکیت کی چیز کی حفاظت اُن کے سپرد ہے۔ پوری نگرانی رکھیں، اور ان کی عزت و آبرو کی جو ان کی خود کی عزت آبرو ہے۔ شوہر کی غیر حاضری میں بھی حفاظت کریں۔ مختصر لفظوں میں عورت کے سہ گانہ فرائض، اطاعت، سلیقہ مندی اور عصمت وعفت ہیں۔

اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تقویٰ کے بعد صالح عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر جو کہے اس کو مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے۔ اور اگر شوہر اس کو قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم دے کر دے اور اگر شوہر گھر پہ نہ ہو تو اپنے آپ کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔" (ابن ماجہ نکاح)

زن وشو کے باہمی حقوق کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ کے مشہور خطبہ میں ان الفاظ میں فرمائی

لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں۔ تم سوا اس کے، کسی اور بات کا حق نہیں رکھتے، لیکن یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں، اگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علیحدہ کردو، اور ان کو ہلکی مار مارو، تو اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈو، بیشک تمہارا عورتوں پر، اور عورتوں کا تم پہ حق ہے تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے، اور نہ تمہارے گھروں میں اُن کو آنے کی اجازت دیں، جن کا تم آنا پسند نہیں کرتے۔ اور ہاں! اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح)

ایک اور موقع پہ ایک اور شخص نے آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! بیوی کا حق شوہر پہ کیا ہے، فرمایا جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پہ تھپیڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے، اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لئے اس کو علیحدہ کرے۔ (ابن ماجہ)

دوسری طرف آپؐ نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہروں کی پوری اطاعت کریں یہاں تک فرمایا کہ "اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" آپ نے یہ طریقۂ تعبیر شوہر کی اطاعت کی اہمیت کے لئے اختیار فرمایا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے، کہ اسلام میں خدا کے سوا اور کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ ایک مشہور حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

خیرکم خیرکم لاھلہٖ
(ترمذی و دارمی و ابن ماجہ)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہے۔

خیارکم خیارکم لنساءھم
(ترمذی شریف)

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہیں۔

انسان کے خوب اور بہتر ہونے کی یہ ایک ایسی پہچان بتادی گئی ہے کہ اس آئینہ میں ہر شخص اپنا چہرہ آپ دیکھ سکتا ہے، جو اپنوں کے ساتھ انصاف اور احسان نہیں کرسکتا وہ دوسروں کے ساتھ کیا کرسکتا ہے۔ کیونکہ نیکی گھر سے شروع ہونی چاہیئے۔

ایک صحابی بڑے عابد وزاہد تھے لیکن وہ اپنی بیوی کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ حال سُنا تو ان کو بلاکر فرمایا۔

ولزوجك عليك حقاً
(بخاری، کتاب النکاح)

اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں بیویوں کی قدر ومنزلت نہ تھی، وہ ہر وقت معمولی معمولی قصوروں پر ماری پیٹی جاسکتی تھیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اسلام سے پہلے عورتوں کو کسی شمار وقطار میں نہیں سمجھتے تھے۔ اسلام آیا تو اُس نے ان کے بارے میں احکام اتارے اور اُن کے حق مقرر کئے۔ اسلام نے ان کی قدر ومنزلت کو یہاں تک

بڑھایا کہ ان کو قانوناً مردوں کے دوش بدوش کھڑا کردیا، اور آپس کے قانونی حقوق میں اُن کو برابر کا درجہ عطا کیا، البتہ اخلاقاً رتبہ میں مردوں سے تھوڑی سی اعزازی برتری دی گئی۔ ارشاد ہوا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ۔ ۲۸)

اور عورتوں کا حق دستور کے مطابق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر اور مردوں کو اُن پر ایک منزلت حاصل ہے۔

لیکن یہ منزلت بھی ان کو بے وجہ نہیں دی گئی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ عورتوں کی نگرانی اور نگہبانی کا فرض انجام دے سکیں یعنی وہ گویا اپنی گھریلو عدالت کے اعزازی صدر بنائے گئے ہیں، یہ نکتہ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ اوپر کی آیت میاں بیوی کے خانگی جھگڑوں کے دور کرنے کے سلسلہ میں ہے۔ گھر کے روزمرہ کے مناقشوں کا فیصلہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ دونوں کے قانونی حقوق یکساں ماننے کے ساتھ شوہر کو اعزازی فوقیت کا مرتبہ دیا جائے، تاکہ وہ اپنے گھر کے نظام کو اچھی طرح چلا سکے

اس اعزازی منصب کے لئے شوہر کا انتخاب بھی بےوجہ نہیں، قرآن پاک نے اس کی مصلحتیں بھی بتادی ہیں، فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (نساء ۶)

مرد عورتوں کے نگران ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے۔ اور اس لئے کہ انہوں نے اپنا مال خرچ کیا۔

یعنی مردوں کی اس اعزازی ترجیح کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور سے مردوں کو عورتوں پر جسم وطاقت اور عقل و فراست وغیرہ میں جسمانی وذہنی فوقیت اور بڑائی عطا کی ہے۔ طبی تحقیقات انسانیت کی پوری تاریخ اور روزانہ کے مشاہدے دم بدم اس کی تائید میں ہیں۔ اسی لئے اس کو اسی صدارت کا حق فطرۃً ملنا چاہیئے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اسلام نے دَین، مہر، نان و نفقہ اور پرورش اولاد وغیرہ خانگی معاملات کی ہر قسم کی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے اور وہی اس بوجھ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس کو اپنے گھر کا حاکم اور صدر نشین بنایا جائے، تاکہ گھر کا نظام درست اور آپس میں تعلقات کی خوشگواری قائم رہے۔

اکثر عورتوں میں ضد اور ہٹ ہوتی ہے جو شاید اُن کی فطری کمزوری یا عدم تربیت کا نتیجہ ہو، بعض مرد یہ چاہتے ہیں کہ اُن کی ضد اور ہٹ کے مقابلہ میں سختی اور سختی اور درشتی سے کام لےکر ان کی یہ ٹیڑھ نکال دیں، آپ نے اُن کو ایک عمدہ تشبیہ دے کر نصیحت فرمائی کہ عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی جس سے اس کے اس کے اسی ٹیڑھے پن کے ساتھ تم کام لے سکو تو لے سکتے ہو، اور اگر اس کے سیدھی کرنے کی فکر کرو تو تم اس کو توڑ ڈالوگے۔" آپ نے مردوں کو بیویوں کے معاملہ میں خوش اور قانع و راضی رہنے کا ایک نہایت عمدہ نسخہ تبلایا فرمایا" اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھ کر اس سے نفرت نہ کرو، کہ غور کروگے تو اس میں کوئی اچھی بات بھی نکل آئے گی۔ یہ نصیحت حقیقت میں قرآن پاک کی اس آیت کی تعمیل ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۔ (نساء ۳۰)

اور بیویوں کے ساتھ معقول طریقے سے گذران کرو۔ اگر تم کو وہ نہ بھائیں تو ممکن ہے کہ تم کو ایک چیز پسند نہ آئے۔ اور خدا نے اس میں بہت خوبی رکھی ہو۔

اسلام نے انسانی زندگی کی مشغولیتوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ خانگی اور بیرونی مشغولیتوں کی ذمہ داری عورت پر، اور بیرونی مشغولیتوں کا بارگراں مرد کے کاندھوں پر رکھا ہے۔ اور اس طرح انسانی زندگی کے اندرونی اور بیرونی کاموں کی عظیم الشان عمارت کو ایک دوسرے کے تعاون، موالات، اور یک جہتی کے ستونوں پر قائم کیا ہے۔ اپنے لئے خود روزی کمانا، اور سرمایہ بہم پہنچانا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا فرض ہے۔ اور مرد پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ عورت کے نان ونفقہ اور ضروریات کا کفیل ہو۔ اگر وہ ادا نہ کرے تو حکومت وقت کے ذریعے عورت کو اس کی وصولی کا حق حاصل ہے۔ اور اگر اس پر بھی مرد نہ دے تو بیوی کو اس سے علیحدگی کا اختیار حاصل ہے۔ انتہا یہ ہے، کہ خاص خاص حالات میں عورت اگر چاہے تو مرد سے اس کے بچہ کو دودھ پلانے کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے، جس کی تفصیل قرآن میں مذکور ہے۔

اگر کوئی مرد بخالت سے اپنی بیوی اور اولاد کی جائز ضرورتوں کے لئے اپنی حیثیت سے کم دے تو عورتوں کو حق ہے کہ وہ شوہر کی لاعلمی میں اس کی دولت سے اُس کی حیثیت کے مطابق بقدر ضرورت لے لیا کرے۔ فتح مکہ کے دن ابوسفیان کی بیوی ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے میری اور میرے بچوں کی ضرورت سے کم دیا کرتے ہیں۔ لیکن یہ کہ میں ان کے مال میں سے اُن کی لاعلمی میں کچھ لے لوں۔ فرمایا" تم قاعدے کے مطابق اتنا لے سکتی ہو جو تم کو اور تمہارے بچوں کو کافی ہو۔

ایک مشہور حدیث ہے جس میں مرد اور عورت کے باہمی حقوق کی ذمہ داری چند ایسے مختصر لفظوں میں کی گئی ہے، جن کی تفصیل ایک دفتر میں سما سکتی ہے۔ فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کا نگہبان ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی نسبت بازپرس ہوگی۔ مرد اپنی بیوی بچوں کا رکھوالا ہے۔ اس سے اس کی پوچھ ہوگی۔ اور بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگرانی ہے۔ اس سے اس کی پوچھ ہوگی۔ (بخاری اول صفحہ ۷۹ ۷ باب) قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ، نبوت کے ان دو معجزانہ فقروں میں کیا کچھ نہیں کہدیا گیا۔

بقیہ: درس قرآن

ہماری بچیوں کے بدنوں کی ساخت ناپی جاتی ہے۔ بچیاں خود جاتی ہیں — ٹانگیں ناپی جاتی ہیں، بازو ناپے جاتے ہیں، تاکہ لباس بدن پر فٹ آئے، چست لباس — اب بتاؤ میاں! اس میں شرم باقی رہ جاتی ہے۔ یہ لباس ہے یا بے لباسی ہے؟ (باقی آئندہ)

اعلان

روزانہ بعد از نماز عشاء جامعہ مدنیہ کیمبل پور کے میناروں سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکوتی صدا بلند ہوتی ہے۔ یہ سنت کے انوار سے منور، شراب عشق رسول ﷺ سے ہمہ وقت ساقی مے خانہ مدنی رح و لاہوری رح حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم درس حدیث ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ درس حدیث انتہائی اثر انگیز ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کے اصرار پر اس کو کتابی شکل میں لانے کے لئے اس کی کتابت شروع کردی گئی ہے۔ مشتاقان سنت نبوی ﷺ درج ذیل پتہ پر اپنے اسمائے گرامی درج کرادیں۔

حافظ ماسٹر سلیم معرفت جامعہ مدنیہ، کیمبل پور

تزکیۂ قلب

مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار واہ کینٹ میں درس قرآن و حدیث کی چوتھی سالانہ تقریب منعقد ہوئی جس میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک اور حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ نے اپنے ارشاداتِ عالیہ سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ ذیل میں حضرت پسروری کی تقریر کا قلمی عکس درج ہے۔ (محمد عثمان غنی بی اے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ وَلَا رِسَالَۃَ بَعْدَہٗ ـــ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ :-

۱- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (پ ۱ س البقرہ ع ۱۵ - آیت نمبر ۱۲۹)

۲- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۝ (پ ۳۰ س اعلیٰ آیت ۱۴ تا ۱۹)

۳- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰھَآ ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰھَا ۝ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقْیٰھَا ۝ فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْھَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ بِذَنْۢبِھِمْ فَسَوّٰھَا ۝ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا ۝ (پ ۳۰ س الشمس آیت ۹ تا ۱۵)

ترجمہ: (۱) اے ہمارے رب! اور ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انہیں پاک کرے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

۲- بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔ بے شک یہی پہلے صحیفوں میں ہے (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں

۳- بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنی روح کو پاک کر لیا اور بے شک وہ غارت ہوا جس نے اس کو آلودہ کر لیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے (صالح کو) جھٹلایا تھا جبکہ اُن میں کا بڑا بدبخت اٹھا۔ پس ان سے اللہ کے رسول نے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے بچو۔ پس انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر اُن پر اُن کے رب نے اُن کے گناہوں کے بدلے ہلاکت نازل کی پھر ان کو برابر کر دیا اور اُس نے اس کے انجام کی پرواہ نہ کی۔

تمہیدی جملے

؎ الٰہی خیر دَورِ فتنۂ آخر زماں آیا
بہے ایمان و دیں سالم کہ وقتِ امتحاں آیا

معزز محترم حاضرین! الحمد للہ کہ مجھے ایسی مجلس میں آنے کا اللہ تعالےٰ نے موقع بخشا جس میں امیر العلماء اور مرشد الصلحاء حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں اور شیخ الفضلاء، وقار العلماء بانی مدرسہ حقانیہ حضرت مولانا عبد الحق جیسی جلیل القدر شخصیت بھی تشریف فرما ہے، اللہ تبارک و تعالےٰ ایسی صاحبِ علم اور باعمل اور بلند ہستیوں کا فیض قیامت تک جاری رکھے اور ان کے فیض سے اللہ تعالےٰ ہمیں فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے۔

موت سے کسی کو مفر نہیں

میرے دوستو! دنیا کے اندر بہت سی قومیں، بہت سی دنیا آباد ہے۔ اُن میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اولیاء کرام کی عظمت و جلالت کے منکر ہیں اور ایسے بھی موجود ہیں جو اللہ کی ہستی کے منکر ہیں۔ لیکن دنیا کے اندر کوئی ایسا انسان نہ تاریخ کے اندر نظر آئے گا، نہ موجودہ وقت میں کوئی ملے گا، نہ آئندہ دور میں توقع ہے ایسے انسان کی جو موت کا انکار کرے۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اللہ کا انکار تو کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں لیکن موت کا انکار نہ کسی نے کیا ہے اور نہ کوئی کر رہا ہے اور نہ آئندہ کوئی کر سکے گا۔ موت کے بغیر چارہ نہیں۔ موت کے دروازے سے ہر انسان کو گذرنا ہے، اب سوچنا یہ ہے، سوچنے والی بات یہ ہے کہ موت کے بعد کیا ہوگا؟ یہ معاملہ، یعنی موت کے بعد کیا ہوگا؟ یہ انسان کی عقل سے بالاتر چیز ہے انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پتہ دیا کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا اور انبیاء کرام نے سمجھایا کہ دنیا کی زندگی کی ابتدا ہے پیدائش سے اور اس کا خاتمہ ہے موت پر، لیکن موت کے ساتھ ایک نئی زندگی کا سلسلہ چلتا ہے اور وہ نئی زندگی جس کی ابتداء موت سے ہوتی ہے اس کی انتہا کوئی نہیں۔ موت ہی ایک ایسی بے بسی چیز ہے جس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں۔ بادشاہوں نے سوچا اور موت سے بچنے کے لئے تدبیریں سوچیں، لیکن موت سے نہ کوئی بچ سکا اور نہ کوئی بچ سکے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ رفیع

اب یہ کہ موت کے بعد کیا ہوگا؟ اور ہمیں موت کے بعد والے زمانے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اس کے متعلق پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پاک حدیث پیش کرتا ہوں۔ جب آپؐ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے

اور پہاڑی کی بلندی پر کھڑے ہو کر مکے والوں سے خطاب فرمایا کہ اے مکے والو! اگر میں تمہیں کوئی بات کہوں تو میری بات پر تم یقین کرو گے

اور میری بات پر اعتماد کروگے یا
نہیں؟ تو سب نے کہا کہ ہم جانتے
ہیں کہ آج تک چالیس برس پہلے
جو آپؐ کی پاک زندگی کے گذرے،
بچپن آیا، جوانی آئی، اب جوانی کے
بعد کا زمانہ ہے۔ یہ چالیس برس جو
گذرے ہیں، آپؐ کی یہ پاک زندگی
سچائی کا ایک روشن مینار ہے اور
سچائی کی مجسم تصویر ہے۔ آپؐ نے
بچپن سے آج تک چالیس برس میں
کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے ہمیں
یقین ہے کہ آپ جو کچھ فرمائیں گے
وہ سچ ہوگا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ میں پہاڑ کی
بلندی پر ہوں۔ میری نظر پہاڑ کی
دونو طرف ہے۔ آپ بھی میرے
سامنے ہیں اور پہاڑ کا دوسرا رُخ
بھی میرے سامنے ہے، لیکن آپ
کے درمیان پہاڑ حائل ہے، حجاب
ہے، پردہ ہے، آپ کو معلوم نہیں
کہ پہاڑ کے پیچھے کیا ہے، لیکن
میرے سامنے دونو طرفیں ہیں، اور دو
جہتیں ہیں اور دونو پہلو ہیں، اس
لئے میں کہتا ہوں کہ ایک لشکر حملہ
کرنے والا ہے، اگر بچنا چاہتے ہو
تو بہت جلدی روانگی اختیار کرو اور
چلنے اور دوڑنے کی کوشش کرو۔
مقصد یہ تھا کہ مقام نبوّت ایک
بلند ترین بلندی ہے، ایک نہایت
ہی رفیع الشان مقام ہے، نبوّت کے
مقام پر کھڑا ہونے والا انسان دنیا
کو بھی جانتا ہے کہ یہ فانی ہے اور
عاقبت کو جانتا ہے کہ وہ آنے والی
اور سجا لینے والی ہے۔ دنیا کے اندر
جو پیدا ہوں گے وہ موت کے دروازے
سے گذر کر دوسری دنیا میں جائیں گے۔
تو فرمایا کہ موت کے بعد جو زمانہ
آنے والا ہے اس کے لئے آرام
کا سامان کلمہ طیّبہ کے ذریعے سے
نصیب ہوگا اور قرآنِ کریم کی تعلیم
پر عمل کرنے سے نصیب ہوگا اور
میری فرمانبرداری کے ذریعے سے
نصیب ہوگا۔ تو مقام نبوّت پر
کھڑے ہونے والے کے سامنے دونو
جہان کی آبادی ہے۔ اس جہان کی
بربادی، اس کا انجام فنا ہے اور
موت کے بعد کی زندگی، یہ بے انتہا ہے۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء
یہ تھا کہ دونو جہان کی کامیابی انبیاء
کرامؑ کے قدموں میں اور اللہ تعالےٰ
کے احکام کی پابندی میں ہوا کرتی ہے

قیامت میں ایمان ہی کام آئیگا

پہلی چیز جو میں نے عرض کرنی
ہے وہ یہ ہے کہ یہ زندگی چند
روزہ ہے۔ اس میں نہ کوئی سدا رہا
ہے، نہ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی رہیگا
یہ چند روزہ زندگی بہرحال ختم ہوگی
اس کے بعد جو دور آئے گا اس
میں نہ سلطنت کام آئے گی، نہ
مرتبے کام آئیں گے، نہ ملکوں
کی ملکیت کام دے گی، نہ قارون
کا خزانہ کام دے گا۔ وہاں لے جانے
کے لئے صرف ایمان اور محض ایمان
اور عمل کی ضرورت ہوگی۔ ایمان اور
عمل والے نجات پائیں گے۔ بے ایمان
اور بے عمل سزا پائیں گے

بقیہ: مجلسِ ذکر

کی صورت میں پیش کرنا اور عیوب کو
ہنر اور خوبیوں سے چھپا کر تجارت
کرنا ایک فن بن گیا ہے۔ اسلام کی
تعلیم یہ ہے کہ اگر تمہارے مال میں
کوئی خرابی ہے تو اس کی گاہک کو
اطلاع کر دو۔ اور یہ بات اس کے
علم میں آ جائے کہ یہ چیز ایسی ہے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصّہ اس
بارے میں بہت مشہور ہے کہ کپڑے
کی گانٹھیں منڈی میں فروخت کے لئے
لائے آپ کسی کام چلے گئے اور خادم
کو کہہ دیا کہ فلاں گانٹھ میں یہ نقص
ہے گاہک کو خبردار کر دینا۔ مگر خادم
نے بھول کر اسی طرح بیچ دی۔ امام
اعظمؒ کو علم ہوا تو اس گانٹھ کی پوری
رقم خیرات کر دی کہ نہ جانے اس رقم
میں اس عیب والی جگہ کا حصّہ کونسا
ہے اور آج کل اس طرح کی باتوں کو
کمال سمجھتے ہیں۔ نیک اور اچھے لوگ
اس کو ہلاکت اور زوالِ کار سمجھتے تھے
ان کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم تھا
امام اعظمؒ نے ساری رقم خیرات کر دی۔
حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے
کہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے۔ ایک

من دودھ میں اگر ایک قطرہ پیشاب
کا پڑ جائے تو سارے کا سارا گرا دیا
جائے گا۔ کوئی آدمی خبر ہونے پر اس
کو پینا پسند نہیں کرے گا۔ پانی کے دہ
در دہ ہونے پر اگر کچھ نجاست پڑ
جائے تو وہ اگرچہ ناپاک نہیں تاہم یہ
مسئلہ نہانے اور وضو کرنے کا ہے۔
اگر پینے کی چیز میں ایسا ہو جائے، تو
ہر لطیف طبع اس کو پینا معیوب سمجھے گا
نیکی اور دین کے معاملہ میں ہمیشہ
اپنے سے اوپر والے آدمی کو دیکھنا
چاہئے۔ ایک آدمی فرائض کے علاوہ چاشت
اشراق اور اوابین پڑھتا ہے تو صرف
فرائض پڑھنے والے کو اس نفل پڑھنے
والے کی جانب دیکھنا چاہئے، کہ یہ
تو مجھ سے بہت آگے ہے۔

ہمارے گھر کا یہ حال تھا کہ صبح
تہجد کے وقت سب اٹھ کھڑے ہوتے
اور دن چڑھے جب کہ سورج کافی
اونچا ہو چکا ہوتا اپنے اوراد و معمولات
سے فارغ ہوتے۔ ہماری والدہ ماجدہ
کا ہمیشہ معمول تھا کہ پانچ پارے فجر
کے بعد پڑھتیں اور اس میں کبھی ناغہ
نہیں۔ سفر یا حضر ہر جگہ اس کو
پابندی سے نبھایا۔ سفر حج میں بھی
ہوائی جہاز کے سفر میں بھی برقعہ کے
اندر اس معمول کو پورا کیا —— اس
طرح کی جو باتیں میں کرتا ہوں اور
آپ کو سناتا ہوں تو اس کا مطلب
پدرم سلطان بود نہیں ہوتا بلکہ یہ
بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ
لوگ کیا تھے۔ ہم پورے طور پر
ان کے نقشِ قدم پر نہیں چل سکے۔
ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان
کی روحانی خوشی کا سامان بہم پہنچانا
چاہئے۔

قیام پاکستان سے قبل جب کہ آبادی
ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ تھی۔
صبح صبح مسلمان گھروں سے قرآن مجید
کی تلاوت کی آواز آیا کرتی تھی۔
مگر اب اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔
تہجد کے وقت اٹھنا تو ایک طرف رہا
فجر کی نماز بہت کم لوگ پڑھتے ہیں
اور جو نماز پڑھتے ہیں وہ اب تلاوت
قرآن کی بجائے صبح صبح پاکستان ٹائمز،
ڈان اور دوسرے اخبارات کی تلاوت
کرتے ہیں۔ کہ اخبارات کا مطالعہ قرآن پاک

کی تلاوت سے ضروری ہو گیا ہے۔
سبقت فی الخیرات کے سلسلے میں ہمارے ملک کی ایک بڑی خدمت یہ ہے کہ سوشلزم اور کیمونزم کا توڑ اور رد تحریری طور پر کیا جائے۔ مگر اس کے لئے سرمایہ اور دولت کی ضرورت ہے کہ وسیع پیمانے پر ایسی کتب اور رسائل کی اشاعت کی جائے اور ہمارے ملک میں جن کے پاس وسائل اور دولت ہے وہ اس سے ملیں اور کارخانے لگاتے ہیں۔ تعیش اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا سامان کرتے ہیں اس طرف نہیں آتے اور جو لوگ اس طرح کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ غریب ہیں ان کی اتنی استطاعت نہیں ہے۔ اور ہماری حکومت بھی دین کے لئے کچھ نہیں کرسکتی سب امراض کی روک تھام کے لئے محکمے مقرر ہیں۔ مگر دینی امراض اور ان کے علاج کے لئے کوئی محکمہ نہیں بچے کم پیدا کرو اس کے لئے کروڑوں کے خرچ سے ایک محکمہ قائم قائم ہے۔ چیچک ہیضے اور ملیریا سے بچاؤ کے لئے خطیر رقم کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ سیلاب کی روک تھام کے لئے منصوبے بنائے جاتے ہیں مگر اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا نجات اور دین کے لئے کوئی انتظام سعادت اُخروی کے حصول کے لئے کوئی بندوبست نہیں البتہ بچے کم پیدا کرنے کی فکر ہے مگر جو پیدا ہوچکے ہیں۔ ان کی تربیت اور نیکی کی راہ پر لگانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔

ہاں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کمی وسائل و اسباب کے باوجود دین کی اشاعت اور منکرات و فواحش کے خلاف کام کئے جارہے ہیں۔ اللہ ان کو اور زیادہ توفیق دے حیرت ہے کہ ہمارے ہاں ہر شعبہ زندگی میں سبقت لے جانے اور آگے بڑھنے کا جذبہ پایا جاتا ہے مگر دین کے بارے میں نہیں۔

قرآن پاک میں فاستبقوا الخیرات میں مسلمانوں کو نفسیاتی تعلیم دی ہے کہ دین کے کاموں میں مسابقت کرو۔ قرن اول کے مسلمانوں میں یہ جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ اور ہر کوئی یہ چاہتا کہ میں عمل میں دوسرے سے بڑھ جاؤں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جس میں انہوں نے صدیق اکبرؓ سے آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن صدیقؓ ہر حال میں افضل رہے اور فاروق اعظمؓ ان کو نہ چھوسکے۔ اسی مسابقت کی ایک مثال فقراء صحابہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرنا ہے۔ کہ یا رسول اللہ ہم نماز روزہ وغیرہ تمام اعمال کرتے ہیں امراء بھی کرتے ہیں مگر یہ لوگ صدقہ و خیرات میں ہم سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ہمیں کوئی ایسا طریقہ بتائیے کہ ہم ان سے آگے نکل جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ غربا یہ تسبیح کرنے لگے چونکہ مخلص تھے۔ اس کو چھپاتے کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نشرو اشاعت تو ان کا وظیفۂ زندگی تھا امراء اور اغنیاء کو جب یہ پتہ چلا تو وہ بھی ان تسبیحات کو پڑھنے لگے۔ آگے قصہ اور بھی ہے۔ عرض کرنا یہ مقصود ہے ان قدرس صفت انسانوں کی زندگی کا مشن ہی یہ تھا کہ کتاب و سنت کی تعلیمات و احکام پر ایک دوسرے سے زیادہ عمل کریں۔ اور اس کی اشاعت کا کام ایک دوسرے سے زیادہ کریں۔ انہی کی ان پاکیزہ کوششوں اور سبقت فی الخیرات کا نتیجہ ہے کہ اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آج ہمارے ملک میں دنیاوی مال واسباب اور بنگلوں کی تعمیر۔ نیز غیر ملکی سیاحتوں کے بارے میں سبقت کا تو جذبہ پایا جاتا ہے۔ مگر نیکی کے کاموں اور حج کرنے کے بارے میں کوئی جذبہ موجود نہیں ہمارے اغنیاء یوروپ۔ امریکہ سب جگہ کی سیر کرکے آتے ہیں لیکن مکہ و مدینہ جانے کی توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت رح مجالس ذکر پر بہت زور دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر مسلمان جہاں کہیں ہو۔ اسے چاہیے کہ ایک مجلس بنا کر اس میں اللہ کا ذکر کرے اگر گھر میں ہو تو بیوی بچوں کو اس میں شریک کرے کہ اللہ کے ذکر کی برکت سے یہ دنیا قائم ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اپنی زبانوں کو اللہ کے ذکر سے آباد کرو"

تو گویا ذکر کرنا ایک طرح ہر مسلمان پر فرض ہے اسے چاہیے کہ کسی نہ کسی صورت اس فرض کو ادا کیا کرے۔ گھر والوں کو ذکر کرانا اور سکھانا چاہیے ورنہ بازپرس ہوگی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ تم میں سے ہر ایک راعی (نگران) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق (باز پرس) ہوگی بیوی بچوں کے اگر درد ہو۔ تو ہمیں فکر ہوتا ہے مگر دین کے بارے میں ہم کوئی فکر نہیں کرتے کہ یہ بھی سکھانا چاہیے یا نہیں بچوں کے متعلق یہ تو ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ یہ لندن پلٹ ہوں مگر ایسے کتنے ہیں جن کی یہ خواہش ہو کہ ہمارے بچے نمازی اور دیندار بن جائیں۔ دنیا یہیں رہ جائے گی۔ اس کا وہی حصہ ساتھ جائے گا جو دین پر اور دین کے لئے خرچ کیا ہوگا۔ سب کچھ کما کر یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ جائیں گے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

مَیں یہ نہیں کہتا کہ بچوں کو دنیاوی تعلیم نہ دو ضرور دلواؤ اور شوق سے دلواؤ مگر دین سے غافل نہ رکھو۔ دنیا سے مقدم دین ہے۔ مگر ہم نے دنیا کو مقدم کر چھوڑا ہے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری درخواست پر میرے مربی و شیخ حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ لاہور تشریف لائے۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ میرے شیخ آئے ہیں تو زیارت کے لئے آئے۔ حضرت امروٹیؒ فرماتے تھے کہ سب دنیا کے طالب آتے ایک کے سوا کوئی اللہ کے لئے نہ آیا۔ سب نے دنیا کی برکت اور دعا کے لئے درخواست کی اور اس ایک دفعہ کے آنے کے بعد دوبارہ لاہور کبھی تشریف نہ لائے کہ یہاں سب لوگ دنیا دار رہتے ہیں کوئی دیندار نہیں ملا۔

اگر پہلے لوگ ایسے نہ ہوتے اور سبقت خیرات نہ کرتے تو دین ہم تک نہ پہنچتا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی دین کے معاملہ میں مسابقت کی توفیق دے تاکہ ہم اگلی نسلوں تک دین پہنچا سکیں۔ آمین!

بقیہ : کلمات طیّبات

میں تیری محبت قائم کردیں گی (۱) جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتدا کرنا (۲) اس کے ناموں میں جو اسے زیادہ پسند ہو اسی نام سے اس کو پکارنا (۳) محفل میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرنا"

فرماتے تھے "جب کوئی بندہ اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کی حکمت کو بلند کردیتا ہے وہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر لوگوں میں اس کی عزت ہوتی ہے"

ایک شخص کو آپ نے نصیحت کی اور فرمایا وہ کام کیا کرو کہ اگر تم کو اس کام میں کوئی دیکھ لے تو تم کو ناگوار نہ ہو"

بقیہ : احادیث الرسولؐ

عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جس کے دل میں قرآن میں سے کچھ نہ ہو۔ وہ دل یا وہ شخص ویران گھر کی مانند ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ (یہ) حدیث حسن صحیح ہے۔

ہفتہ وار درس حجۃ اللہ البالغہ

دورِ حاضر کے عمرانی مسائل پر فلسفہ ولی اللہی کی روشنی میں سلسلہ تقاریر

ولی اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور کے زیرِ اہتمام "حجۃ اللہ البالغہ" مصنفہ حکیم الامت حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کا ہفتہ وار درس ہر اتوار کو صبح ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک بمقام دفتر سوسائٹی ۲۲۳۔ اے، شاہ ولی اللہ روڈ، سمن آباد، لاہور ہوتا ہے۔ درس ولی اللہ سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری صاحب دیتے ہیں جو امام انقلاب شارحِ حکمت ولی اللہی حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے فیض یاب ہیں۔ اور ان کے معتمد خصوصی رہ چکے ہیں۔ آغاز امام صاحب کے عمرانی افکار سے کیا گیا ہے۔ آخری پندرہ منٹ درس کے موضوع کے متعلق توضیحی سوال وجواب کے لئے مخصوص ہیں۔ اہلِ علم حضرات کے لئے "فلسفہ ولی اللہی کے خصوصی مطالعہ کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ باذوق اصحاب کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ تشریف لاکر اس مطالعے سے مستفید ہوں اور ان افکار کو پاکستان میں ایک ترقی کن خوشحال معاشرے کی تشکیل وتعمیر کے لئے بنیاد بنائیں۔

الداعی: محمد مقبول عالم بی اے جائنٹ سیکرٹری
ولی اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور۔

جلسۂ سیرت النبیؐ

بتاریخ ۲۹، ۳۰ رجون مطابق ۱۶، ۱۷ ارہاڑھ بروز اتوار سوموار بمقام جھاٹلہ ضلع کیمبلپور میں ایک عظیم الشان جلسۂ سیرت النبیؐ منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا عبدالرحمٰن جامی، مولانا قاضی مظہر حسین چکوال، مولانا عبداللطیف جہلم، مولانا عبدالعزیز بھبھی، مولانا محمد صادق جھنگ اور چشتی محمد بخش نعت خواں شرکت فرما رہے ہیں مسلمانانِ علاقہ ہذا سے اپیل ہے کہ اس مبارک جلسہ میں جوق درجوق شرکت فرما کر مستفید ہوں (حافظ شیر زمان)

قصور میں مجلسِ ذکر

۴ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۲۰ رجون ۱۹۶۹ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب مسجد حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی قدس سرہٗ اندرون کوٹ مراد خان قصور میں حضرت مولانا جمیل احمد میواتی مدظلہٗ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ مجلس ذکر کرائیں گے (حبیب اللہ قادری خادم مدرسہ جامعہ قاسمیہ)

اعلانِ جلسہ

حضرات! مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان کا سالانہ تبلیغی جلسہ ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ رجب المرجب مطابق ۱۰ - ۱۱ - ۱۲، اکتوبر ۱۹۶۹ء جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار کو باغ لانگے خان ملتان میں ہو رہا ہے۔

(نوٹ)، پہلے ۵ - ۶ - ۷ شعبان کی تاریخوں کا اعلان ہوا تھا ان کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ چونکہ جانشین شیخ التفسیر بوجہ دورۂ تفسیر باہر نہیں جاتے۔

غلام قادر مہتمم مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان

بچوں کا صفحہ

دلِ مسلم پہ ہو سکتی نہیں افسردگی طاری

(نسیم بستوی)

مسلمانو نہ گھبراؤ مصائب کے نظاروں سے
کرو ہمت گذر جاؤ بھنور کے تیز دھاروں سے
تم اپنے بال و پر میں قوتِ پرواز رکھتے ہو
خوشی حاصل کرو فردوس کے رنگیں نظاروں سے
ذرا سوچو کبھی دنیا میں ایسے بھی مسلماں تھے
گدائی ارفع و اعلیٰ تھی جن کی تاجداروں سے
ابھر سکتے ہو تم ہر شام تنویرِ سحر بن کر
کہ جلووں میں فزوں تر ہو فلک کے چاند تاروں سے
چمک سکتے ہیں قطرے برگ پر اب بھی شبنم کے
مگر اہلِ چمن غافل ہیں طیبہ کی بہاروں سے
تمہاری بزم جو معمور تھی انوارِ ایماں سے
فروزاں ہو نہیں سکتی فلک کے چاند تاروں سے
زمانے کی ہوا ناساز ان کے لئے کیوں ہو؟
جہاں میں بارہا گذرے ہیں جو غم کے شراروں سے
دلِ مسلم پہ ہو سکتی نہیں افسردگی طاری
قوی ہر قلبِ مومن ہے رسالت کی بہاروں سے
کسے معلوم ارماں کس قدر سینے میں پنہاں ہیں
کوئی پوچھے ذرا کیفیتِ دل غم کے ماروں سے
نسیم اس گل کدہ کے پھول ویراں ہو نہیں سکتے
رگِ گل کو جہاں شادابیاں ملتی ہیں خاروں سے

★

ماں باپ

محمد شریف پرواز مزنگ لاہور

ہیں ماں باپ یارو! اک نعمت خدا کی
ہے تکریم ان کی عبادت خدا کی
نہیں کرتے دل سے جو تعظیم ان کی
سدا ان پہ ہوتی ہے لعنت خدا کی
پھر کیوں نہ ہم ان کی عزت کریں!
اطاعت کریں ان کی خدمت کریں!

بڑے ناز و نخرے ہمارے سہے
کیئے کام پورے جو ہم نے کہے
ہوتی رہی اپنی ہر بات پوری
بچپن میں ہم وہ "لاٹ صاحب" رہے
پھر کیوں نہ ہم ان کی عزت کریں!
اطاعت کریں ان کی خدمت کریں!

ہمیں کھانا پینا اور چلنا سکھایا!
اچھا برا راستہ بھی بتایا
سکھائی ہمیں نیک و بد کی تمیز
دنیا میں عزت سے جینا سکھایا
پھر کیوں نہ ہم ان کی عزت کریں!
اطاعت کریں ان کی خدمت کریں!

کریں ان کی خدمت تو جنت ملے گی
جو جنت ملے گی تو راحت ملے گی
کرتے رہو گے جو تم ان کی عزت
خدا کی قسم تم کو عزت ملے گی
پھر کیوں نہ ہم ان کی عزت کریں!
اطاعت کریں ان کی خدمت کریں!

★

ہدیہ ۲۵ پیسے

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲۴ مورخہ ۷ رستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۶/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا